عصر عباسی دوم کا تعارف اور اس کی امتیازی خصوصیات

2-1

مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو عصر عباسی کے دوسرے حصہ سے اور اس دور میں عربی ادب پر مرتب ہونے والے اثرات سے واقف کروایا جائے اور بتایا جائے کہ اس دور کے ادب کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟ اس دور کی شاعری وانشاء پردازی میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں اور اس کے مشہور شعراء وانشاء پرداز کون ہیں؟ تاکہ آپ کو عصر عباسی کے اس حصہ سے بصیرت حاصل ہو جائے اور یہ اس دور کے شعراء کا کلام سمجھنے میں آپ کے لئے مددگار ثابت ہو۔

2-2

تمہید

خلافت راشدہ کے بعد 41 ھ میں اموی دور کا آغاز ہوا، اموی حکمران تقریبًا ایک صدی حکمرانی کرتے رہے، پھر عباسیوں نے امویوں پر غلبہ حاصل کیا اور 132 ھ میں خلافت عباسیہ کی بنیاد پڑی جو چھ سو سال سے زائد رہی، عباسی دور کے آغاز میں آبادی، دولت وثروت اور علوم کی ترویج واشاعت میں جس قدر ترقی وعروج حاصل ہوا، نہ اس سے پہلے اموی دور میں ہوا اور نہ اس کے بعد عباسی دور کے بعد والے حصہ میں اس قدر ترقی ہوئی، بلکہ عباسی دور کے آغاز کے ایک صدی بعد سے انحطاط کا سلسلہ شروع ہوا، بالآخر خلفاء، وزراء وامراء کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن گئے جب تک خلفاء زمام حکومت مضبوطی سے تھامے رہے تب تک امن وامان رہا، دولت کے دریا بہتے رہے اور زبان وادب میں استحکام رہا اور جب خلفاء نے امور سلطنت کی ڈور ڈھیلی کی، حکومت کے معاملات امراء کے حوالے کئے تب سے خانہ جنگی شروع ہوئی، سفاکی وخونریزی ہونے لگی اور عربی زبان بھی کمزور پڑنے لگی۔

عباسی دور کے آغاز میں اسلامی فنون وعربی آداب خوب پھلے پھولے، اجنبی علوم ترجمہ کے واسطے سے عربی زبان میں منتقل ہوئے، عربوں کے لئے عقل وفکر کا میدان وسیع ہوا، تہذیب وشائستگی اور آداب معاشرت میں نکھار آیا، اس کے بعد جیسے جیسے حکومت میں انحطاط واقع ہوا ویسے ویسے تہذیب وآداب بھی زوال سے دوچار ہوتی رہی۔

2-3

خلافت کا انحطاط

متوکل کے قتل کے بعد امور سلطنت پر ترکوں کا غلبہ رہا، اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک خلافت کا سلسلہ جاری رہا، لیکن حقیقی حکمرانی ترکوں کی تھی، وہ جس کو چاہتے والی وحکمران بناتے اور جب چاہتے برطرف کرتے بلکہ قتل کر دیتے۔

عصر عباسی دوم میں خلیفہ کی حیثیت پنجرہ میں قید طوطے سے زیادہ نہ تھی، خلیفہ سے ترکی جو کہلواتے وہ کہہ دیتا، خلیفہ کو نہ کچھ طاقت حاصل تھی نہ کوئی اختیار تھا، ایک شاعر نے خلیفہ متعین باللہ اور اس کے دو مصاحب وصیف اور بغا کے بارے میں کہا:

خليفة فى قفص	بين وصيف وبغا
يقول ما قالا له	كما قال الببغاء

یعنی خلیفہ اپنے دو مصاحب وصیف اور بغا کے درمیان ایک پنجرہ میں مقید ہے وہی کہتا ہے جو یہ دونوں اُس سے کہتے ہیں جس طرح طوطا کہتا ہے۔

ان دونوں نے متعین باللہ کی تین سال کی حکمرانی کے بعد معتز باللہ کو خلیفہ بنانا چاہا، جب وہ تخت خلافت پر براجمان ہوا تو کسی نے نجومی مصاحبین سے پوچھا کہ وہ کتنا عرصہ خلیفہ رہے گا؟ اور کتنے دن زندہ رہے گا؟

ترکیوں کے اقتدار اور خلفاء کی بے بسی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ حاضرین میں ایک منچلے نے کہا: میں ان نجومیوں سے زیادہ مدت خلافت اور خلیفہ کی عمر جانتا ہوں، لوگوں نے پوچھا کہ خلیفہ کی عمر اور مدت خلافت کیا ہے؟ اُس نے کہا: ''جتنا عرصہ ترکی خلیفہ کی خلافت اور زندگی چاہیں'' یہ سن کر تمام حاضرین ہنس پڑے اور معتز باللہ تین سال سے زیادہ خلیفہ نہ رہ سکا، کیونکہ بعد ازاں ترکیوں نے اُسے قتل کر کے مہتدی باللہ (255ـ256ھ) کو خلیفہ بنا ڈالا۔

مہتدی باللہ نیک سیرت، صاحب ورع وتقوی تھا، لہو ولعب سے دور اور شراب نوشی وگانے بجانے سے کنارہ کش تھا، اس کی پاک سیرت ترکیوں کے لئے تکلیف دہ تھی تو اُنہوں نے جلد ہی اُسے برطرف کر کے معتمد باللہ (256ـ279ھ) کو خلیفہ بنایا، جو لہو ولعب کا دلدادہ تھا، اس کے بعد اس کا بھائی موفق باللہ خلیفہ ہوا، اس نے خلافت کے کھوئے ہوئے رعب ودبدبہ کو لوٹایا اور اپنی دانشمندی وبلند ہمتی اور شجاعت وثابت قدمی سے حقیقی خلیفہ ثابت ہوا۔ اس طرح خلافت کے امور میں نشیب وفراز آتے رہے، خلافت عباسیہ کے انحطاط کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ اکثر خلفاء نے عیاشی کی، رعایا کے محصول کو اُن کی فلاح وبہبود کے لئے خرچ کرنے کی بجائے عالی شان محلات بنائے، عوام کے لئے دواخانے، اغذیہ وادویہ، لباس وپوشاک کا انتظام کرنے کی بجائے اپنے ہر طرح کے آرام کے لئے نہایت درجہ اسراف کیا، خلیفہ کی پوری فکر یہی ہوتی تھی کہ اس کی لذتیں اور خواہشیں کس طرح تکمیل پائیں، رعایا تنگی ومحرومی سے دوچار تھی اور خلیفہ اپنے محلات میں ہر رنگ کی لونڈیوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا تھا، نہ جنگ کے لئے لشکر تیار کئے جاتے اور نہ آلات جنگ وجدال کی طرف توجہ تھی۔

متوکل کے بعد تمام خلفاء نے عیاشی میں اُسی کی پیروی کی سوائے مہتدی اور متقی کے لیکن ان دونوں کی مدت خلافت مختصر تھی۔

خلافت پر بڑی مصیبت اُس وقت آئی جبکہ مقتدی باللہ خلیفہ ہوا، جو ابھی کمسن تھا، اس کے محل میں غلاموں، دیناروں اور قیمتی جواہرات کی کمی نہ تھی جو خلفاء نے جمع کر رکھے تھے، اس کے باوجود مقتدی باللہ کی کمسنی اور ترکیوں کے استحصال کے باعث نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوجیوں کو تنخواہ دینے کے لئے خزانہ میں کچھ باقی نہ تھا، کیونکہ وزراء، دیگر علاقوں کے گورنر، سکریٹریز، بڑے بڑے محرّرین خراج اور ٹیکس ہڑپ لیتے تھے، منشی، کلرک اور ہر حکومتی عہدیدار رشوت لیتا تھا الاّ ماشاء اللہ، اور یہ لوگ زمینداروں اور معزّز وذی وجاہت افراد سے من مانی رقوم وصول کرنے کے لئے اُنہیں ذلیل کرتے اور ہر طرح کی جسمانی اذیت پہنچاتے، یہاں تک کہ عوام کے دلوں سے خلافت کا رعب ختم ہوا اور علاقائی گورنروں نے خودمختاری کا اعلان کیا۔

بنو بویہ نے 334ھ سے دار الخلافت کا نظم ونسق سنبھالنے کی جدوجہد شروع کی، مشرقی ممالک میں اُن کا سکّہ رائج ہوگیا، فارس، رے، اصفہان اور جبل بنو بویہ کے قبضہ میں، خراسان نصر بن احمد سامانی کے قبضہ میں، طبرستان اور جرجان دیلم کے ہاتھ، کرمان محمد بن الیاس کے قبضہ میں آگیا اور باقی اقالیم وممالک کا بھی یہی حال تھا اور خلیفہ کے قبضہ میں صرف بغداد تھا، جو برائے نام تھا ورنہ یہاں بنو بویہ کی اجارہ داری تھی، صرف منبروں پر خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا اور اس کے تمام اخراجات کم کردئے گئے تھے، صرف تھوڑا سا خرچ خلیفہ کے لئے مقرر تھا۔ یہی وجوہات تھیں کہ عربوں کا اقبال کم ہوا اور عربی زبان کا اثر پھیکا ہوگیا، زمینداروں کی اولاد نے اپنے باپ دادا کی کھوئی ہوئی عزّت حاصل کرنی چاہی، اور عربی زبان اور اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کی۔

عربی زبان پر ایرانیوں کے اس حملہ کے بعد فارسیوں اور ترکوں نے بھی یہی رویہ اختیار کیا یہاں تک کہ تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا اور قابض ہوئے، عربی زبان کے نہ مٹنے والے نقوش مٹ گئے۔

عربی لغت وقواعد کی تدوین

دوسری صدی ہجری کے درمیانی حصہ میں علماء لغت نے نحوی وصرفی قواعد واصول مرتب کئے، نیز شعر کے اوزان بحور وقوافی کی تدوین کی، اس طرح عربی زبان اور عربی شاعری کی تعلیم نئی نسل کے لئے آسان ہوئی کیونکہ اب تک اس کی ترتیب وتدوین نہیں ہوئی تھی اور اب مکتوبی شکل میں مدوّن ومرتب دستیاب ہوئی۔

دوسری وتیسری صدی ہجری میں علماء لغت نے ایک ایک صیغہ اور اسم سے متعلق چھوٹے بڑے رسائل لکھے جیسے اونٹ' درخت' گھاس' کھجور کا درخت' انسانی اعضاء' یا علاماتِ تانیث' ہمزہ' اشتقاق' یا وحشی جانور' درندے' پرندے' حشرات الارض وغیرہ پھر کئی جلدوں پر مشتمل کتابیں تصنیف کرنے لگے۔

لغویین کی کاوشیں

ابتداء میں خلیل بن احمد نے ''عین'' اور اس کے نہج پر ابن درید نے ''جمہرہ'' لکھی، اسی طرح بعد کے شعراء کے لئے شعر جاہلی وشعر اسلامی پر مشتمل شعری دواوین بھی ترتیب دئے گئے، جیسا کہ ابوتمام اور بحتری نے کیا، تاکہ وہ شعر عربی کو اس کی حقیقی صورت میں پاسکیں اور کئی لغویین نے جاہلی واسلامی شعراء کے سوانح پر قلم اُٹھایا، جس طرح کچھ اہل لغت نے عباسی شعراء سے متعلق مستقل کتابیں لکھیں، ابن معتز کی طبقات الشعراء المحدثین' محمد بن داود کی کتاب الورقۃ' ابن قتیبہ کی الشعر والشعراء اسی نہج کی کتابیں ہیں۔

یہی بڑی وجہ تھی کہ نئی نسل نے عربی زبان کے اسرار' بیان وبلاغت کی نزاکتوں سے واقفیت حاصل کی، ایک اور وجہ یہ تھی کہ دوسری صدی ہجری سے بعض افراد نے بلاغت کے قواعد سکھانے کا ماحول بنایا، اسی کا سلسلہ تھا کہ جاحظ نے اپنی کتاب البیان والتبیین میں علم بیان کی باریکیاں اور عربی زبان کے خصائص بیان کئے، جس طرح ابوعبیدہ' مبرد اور دوسروں نے کیا اور ابن معتز نے فن شاعری پر کتاب البدیع لکھی۔

عصر عباسی دوم میں معاشرہ خالص عربی نہ رہا بلکہ فارسی' ترکی اور دوسری تہذیب کے افراد عربوں سے میل جول رکھتے تھے، اس مخلوط معاشرہ میں فصیح عربی کے علاوہ عوام کی زبانوں پر دارجہ رائج ہوگئی، نچلے طبقہ اور درمیانی طبقہ کے کچھ افراد' اہل ذمہ اور حکومتی قومی دفاتر میں کام کرنے والے اکثر افراد یہی زبان استعمال کرتے تھے، بلکہ بعض محرّرین بھی کچھ عامی کلمات استعمال کرنے لگے تھے، لیکن ان کی تعداد کم تھی، اس طرح کے انشاء پردازوں پر ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''ادب الکاتب'' میں سخت اعتراضات کئے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اہل لغت اپنے آپ کو عربی زبان کے پاسبان سمجھتے تھے اور کوئی کاتب فصیح لغت سے ذرا سا انحراف کرتا تو اہل لغت اس پر طعن وتشنیع کرتے اور اُسے لائق اعتبار نہیں جانتے، اہل لغت جس شاعر کی تعریف کرتے وہ شہرت پاتا اور جس پر اعتراض کرتے اُس کی پذیرائی نہ ہوتی۔

علوم عقلیہ میں ترقی

عصر عباسی عربی تہذیب کے ساتھ ساتھ' فارسی' ہندوستانی' یونانی تہذیب سے آشنا تھا، عرب عقل وفکر کی تاریخ میں بھرپور حصہ دار بننے لگے اور ان میں بڑے بڑے سائنسدان اور فلاسفہ پیدا ہونے لگے، علم جبر کے عالم' عظیم ریاضی دان خوارزمی' فلسفی کندی اس کی مثالیں ہیں، یہ دونوں عصر عباسی کے عظیم ماہرین ہیں جس سے اس زمانہ میں عقلی علوم میں ترقی وعروج کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

اس طرح عربی ادب عقل وفکر سے مخلوط ہوتا گیا، جاحظ کی کتاب الحیوان اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار اس کے نمونے ہیں، اس کی وجہ سے خالص عربی فکر اور اجنبی یعنی عجمی فکر کے درمیان دوریاں ختم ہوئیں اور کئی شعرائے فلسفہ کو اپنی شاعری میں داخل کیا، جیسے بحتری' ابن رومی وغیرہ، ان شعراء نے عربی زبان کو فلسفہ سے متاثر نہیں کیا بلکہ فلسفہ کے ذریعہ عربی کی حفاظت کی، پھر جیسا جیسا زمانہ گزرتا گیا شاعری میں تحلیل' تقسیم' استنباط اور دیگر عقلی نظریات در آئے۔

شاعری میں جدت طرازی

قدیم شاعری میں جو اسلوب تھا بعد کے شعراء نے اُسے مکمل طور پر ترک نہیں کیا بلکہ اُس میں اضافے کیے، مدح، ہجاء، مرثیہ کے جو موضوعات شعر جاہلی و اسلامی میں تھے، شعر عباسی میں بھی رہے، جیسے جاہلی شاعر سخاوت، بہادری، وفاء، پڑوسی کی حفاظت، حلم، دانشمندی، ظلم کا انکار جیسے امور سے ممدوح کی تعریف کرنا، ٹیلوں کے پاس وقوف، کھنڈروں سے خطاب یہ اسلوب مدح عباسی دور میں باقی رہا، اس کے ساتھ ساتھ جدت طرازی یوں آئی کہ دین داری کے ذریعہ مدح کی جانے لگی، عدل وانصاف کا ذکر کیا گیا، بطور خاص خلیفہ کی مدح میں تعریفوں کے پل باندھے گئے اگرچہ اُس میں وہ اچھائیاں نہ ہوں، گویا شاعر یہ کہتا ہے کہ خلیفہ کو ان خوبیوں سے متصف ہونا چاہیے۔

عموماً ممدوح اور مدح کے درمیان مناسبت ملحوظ رکھی جاتی، جب وزیر کی مدح کی جاتی تو اس کی سیاست اور فرامین لکھنے کے فن کو ذکر کیا جاتا، سپہ سالار کی مدح میں اس کے جنگی کارناموں کا ذکر ہوتا، عالم کی مدح میں اس کے علمی کمالات کا چرچہ ہوتا، مغنی کی مدح میں اس کے غناء کو سراہا جاتا، اسی طرح ہجو بھی مناسبت سے کی جاتی۔

عصر عباسی کے مرثیہ میں جدت طرازی یہ ہے کہ شعراء مانوس حیوانات کا مرثیہ پڑھنے لگے، جیسے ابن علاف نہروانی نے اپنی بلّی کے مرنے پر 65 اشعار پر مشتمل مرثیہ پڑھا، اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ اس نے اپنے غلام کا مرثیہ پڑھا اور بطورِ استعارہ بلی کا لفظ ذکر کیا۔

اس زمانہ میں عتاب واعتذار بھی شاعری کا موضوع بنا، اور شعراء نے اس دور میں سب سے زیادہ کسی موضوع پر شعر کہے ہیں تو وہ غزل ہے، شعراء عشق کے جذبات کو بیان کرتے، گانے والے مرد اور گانے والی عورتیں ان اشعار کو آلاتِ موسیقی کے ساتھ گاتے، اس مشغلہ میں وہی لوگ رہتے جو نہ عورت کی عزت کو جانتے ہیں، نہ مرد کی مروءت کو سمجھتے ہیں، اُن کو صرف ذلّت وخواری سے تعلق ہوتا ہے۔

شاعری میں جدید مضامین

جس طرح قدیم مضامین میں جدت طرازی اختیار کی گئی اسی طرح شاعری میں نئے نئے موضوعات لائے گئے جس کا وجود شعر قدیم میں نہیں ملتا، چنانچہ تہنیت کو شاعری کا موضوع بنایا گیا اور مدحیہ قصائد کسی حد تک تہنیتی قصائد کی حیثیت اختیار کرنے لگے، سب سے پہلے تہنیت کو شاعری کا موضوع بنانے والا شاعر احمد بن یوسف ہے جس نے مأمون کے لئے تہنیت پیش کی، پھر یہ طریقہ رائج ہو گیا اور سالگرہ کے وقت اور تحائف کے موقع پر بھی تہنیتی اشعار کہے جانے لگے۔

قدیم شاعری میں کھنڈروں کا ذکر کیا جاتا تو عصر عباسی میں بحتری نے ایوان کسریٰ کا ذکر کیا، اور دیگر شاعروں نے خلفاء کے محلات اور ان کی خوبصورتی کو بیان کیا، شعر قدیم میں گرمی اور سردی کا ذکر کیا جاتا تو اس دور میں موسم بہار کا اور یاسمین، گلنار اور پھولوں کی دیگر اقسام کا ذکر کیا گیا، اسی دور میں تصوف کو بھی موضوع بنایا گیا جیسا کہ ابوالحسن نوری نے حسرت، آزمائش اور وصالِ حق کی امید کا ذکر کیا، جحظہ برمکی نے شعر میں سماج کی منظر کشی کی، یہاں تک کہ لطیفے چٹکلے اور مزاح شاعری کا موضوع بنے، عصر عباسی کی ابتداء سے شعر تعلیمی وجود پا چکا تھا، اَبان بن عبدالحمید نے چودہ ہزار اشعار میں کلیلۃ ودمنۃ کو منظوم شکل دی، یہ سلسلہ جاری رہا اور فقہی احکام، تاریخ اسلام، تاریخ الخلفاء اور دیگر تاریخی واقعات، منطق وغیرہ کو نظم کیا جانے لگا۔

3-1

ابن رومی

ابن رومی کا نام علی بن عباس بن جرجیس ہے، کنیت ابوالحسن ہے، عبیداللہ بن علی کا آزاد کردہ رومی نژاد غلام تھا، 221ھ بغداد کے علاقہ عقیقہ میں پیدا ہوا، اس کی ماں فارسی الاصل نیک خاتون تھی، بغداد میں پرورش پائی اور وہیں علم وکمال حاصل کیا اور بڑے شاعر کی حیثیت سے پہچانا جانے لگا، کھانے

پینے کا شوقین تھا، نحوست وبدشگونی کا قائل تھا، وہ کہتا تھا کہ بدشگونی انسان کی فطرت میں داخل ہے، جب صبح سویرے اُسے کوئی ناپسندیدہ بات سنائی دیتی تو وہ گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا، اخفش کے ساتھ اس کے عجیب وغریب قصے مشہور ہیں، 59 سال کی عمر میں 283ھ بغداد میں زہر کی وجہ سے وفات پایا، معتضد کے وزیر قاسم بن عبید اللہ نے اس کی فحش گوئی اور ہجو سے ڈر کر اُسے زہریلا حلوٰی کھلایا، اُس نے زہر کو محسوس کرلیا اور اُٹھ کر جانے لگا، وزیر نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟ کہا: جہاں تو مجھے بھیجنا چاہتا ہے، وزیر نے کہا: میرے والد کو سلام کہنا، اُس نے کہا: میرا راستہ دوزخ کو نہیں جاتا۔

3-2

شاعری

ابن رومی عصر عباسی کا بڑا شاعر تھا، یہ بشار اور متنبّی کے طبقہ سے ہے، اس نے مدح، ہجو، فخر اور رثاء میں شاعری کی، ابن خلکان نے اس کے بارے میں کہا کہ ابن رومی مشہور شاعر اور صاحب نظم عجیب ہے، نادر معانی میں غوطہ زنی کرتا ہے اور اُسے بہترین صورت میں پیش کرتا ہے، معنٰی کو بھرپور بیان کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

اس کے معاصرین کا بیان ہے کہ وہ تنگ دل اور غیر مستقل مزاج تھا، اس سے ملنے والا اُسے خوفزدہ سمجھتا تھا، گویا اس کے اعصاب میں کچھ خلل تھا، اپنے ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے کئی مرتبہ تنگ دلی کے باعث اس کی ہجو کرنے لگتا۔

ابن رومی میں آریائی اقوام کی فکری گہرائی، سامی اقوام کا عالی تخیل، رومیوں کی نزاکت تصور اور عربوں کی قوت عکاسی جمع تھی، اس کے قصائد طویل ہونے کے باجود نقائص سے خالی ہیں، اُسے تشبیہ میں کمال حاصل تھا، عتاب وہجو میں با کمال صلاحیت رکھتا اور کبھی کبھی ابوتمام اور بحتری سے بازی لے جاتا ہے۔

ابن رومی اگر شاہانہ مزاجی میں پرورش پاتا تو تشبیہ ولطائف میں اس کے سامنے ابن معتز کا کوئی مقام نہ ہوتا، ابن معتز خلیفہ کا بیٹا تھا، شاہی مزاج کا حامل تھا، اس سے کسی معاصر نے کہا کہ تو ابن معتز کی طرح تشبیہات کیوں نہیں پیش کرتا، اُس نے کہا: اس کے کچھ شعر سناؤ! اُس نے ابن معتز کے اشعار سنائے، کہا: اور سناؤ! ابن معتز نے ایک شعر میں چاند کو چاندی کی چھوٹی کشتی سے تشبیہ دی جسے عنبر کے بوجھ نے بوجھل کردیا، ایک اور شعر میں اُس نے آذریون (زرد رنگ کا پھول جس کے درمیان سیاہ نازک رواں ہوتا ہے) کو سونے کی کٹوری سے تشبیہ دی جس میں تیل رکھا ہوا ہے اور اس کے بیچ میں خوشبودار مسالہ کا گاد موجود ہے۔ ابن رومی، ابن معتز کے یہ اشعار سن کر بے ساختہ پکار اُٹھا: ہائے میرے خدا **لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا**. یہ تو اپنے گھر کی چیزوں سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ یہ خلیفہ کا بیٹا ہے، میں اس میں کیا بیان کرسکتا ہوں؟ کیا قوس قزح کے بارے میں کسی نے میری طرح تشبیہ دی ہے؟ نانبائی کے بارے میں میری طرح کسی نے کہا ہے؟ یہ کہہ کر نہایت عمدہ تشبیہات پیش کی اور اپنے شعر میں قوس قزح کی وجہ سے رنگین بدلیوں کو دوشیزہ کے رنگین لباس سے تشبیہ دی اور نانبائی کے تیزی سے پیڑہ بنانے کو پانی میں پتھر پھینکنے کے وقت دائرہ بننے سے تشبیہ دی۔

3-3

شاعری کا نمونہ

اس نے کئی انوکھے معانی بیان کئے ہیں جو اس کی ایجاد واختراع ہے منجملہ اُن کے یہ ہے:

واذا امرؤ مدح امرءا لنوالہ　　　واطال فیہ فقد اراد ھجاءہ

لو لم یقدر فیہ بعد المستقی　　　عند الورود لما اطال رشاءہ

یعنی جب کوئی شخص کسی کی عطاء حاصل کرنے کے لئے اس کی تعریف کرتا ہے اور تعریف کو دراز کرتا ہے تو دراصل اُس نے اس کی ہجو کی ہے اس

لئے کہ اگر وہ کنویں کے پانی کو گہرائی میں نہ سمجھتا تو وہ لمبی رسی نہ ڈالتا۔

ابن رومی کے ممدوحین میں اہم شخصیت جس کی اُس نے کثرت سے تعریف کی ہے فرقہ اثنا عشریہ کا بانی ابوسہل اسماعیل بن علی تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امامی تھا اور اثنا عشریہ کے نظریہ کا حامل تھا، اور جن خاندانوں کی کثرت سے تعریف کی ہے اُن میں بنوحماد کا خاندان ہے جو قضاۃ بغداد ہیں۔

4-1

ابن المعتز

ابن معتز کا نام عبداللہ تھا، خلفاء عباسیہ میں سے ایک خلیفہ معتز باللہ کا بیٹا تھا، اس کی کنیت ابوالعباس تھی، 247ھ بغداد میں پیدا ہوا، ایک دن ایک رات خلیفہ کی حیثیت سے رہا، اس کا لقب مرتضی باللہ تھا، ایک ہی دن میں 296ھ اُسے گلا گھونٹ کر قتل کر دیا گیا، اس کے بعد مقتدر باللہ نے خلافت حاصل کی۔

خلیفہ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے آسودگی وخوشحالی میں پرورش پائی، ناز ونعمت میں پلا، نزاکت حس اور شرافت نفس کا حامل تھا، جمالیات کا شعور اور ادب وموسیقی سے شغف رکھتا تھا، زمانہ کے اساتذۂ ادب مبرد اور ثعلب سے علم وادب حاصل کیا۔

4-2

شاعری

اس کی شاعری میں نزاکت لفظ' سہولت ترکیب' صفائی اسلوب پائی جاتی ہے، اخلاق کی نرمی' فکر کی پاکیزگی نے اس کی شاعری کو چار چاند لگا دئے، اس کی شاعری استعارہ کے کمال' تشبیہات کی رعنائی اور شعور کی لطافت سے آراستہ ہے، ذہن جمالیاتی مناظر' انوکھے افکار اور تمدنی وشاہی جاہ وجلال سے آشنا ہونے کی وجہ سے اس کا شعر دوبالا حسن رکھتا ہے، یہ صرف احساسات کی ترجمانی کے لئے شعر کہتا تھا، لہذا نہ مدح میں دروغ گوئی کرتا اور نہ ہجو میں فحش گوئی سے کام لیتا، اس نے فطرت کی عکاسی' دوستانہ محافل' شکار کے واقعات اور احباب سے مراسلت کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا، ابن معتز کی نثر الفاظ کی عمدگی اور خیال کی لطافت میں اس کی شاعری سے کم نہیں۔

تصانیف

ابن معتز نے سیاسی افکار وامور سلطنت سے اپنے آپ کو دور رکھا، لہو ولعب اور علم وادب کے لئے فارغ رہا، اس نے سب سے پہلے کتاب البدیع لکھی، اس کتاب میں اس نے بتایا کہ عصر عباسی میں یونانی فلسفی تہذیب کی وجہ سے جو جدت طرازی پیدا ہوئی وہ سب کچھ جدید نہیں بلکہ قرآن کریم' حدیث شریف' جاہلی واسلامی شاعری سے مستفاد ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ادبی کتابیں تصنیف کیں جیسے الزہر والریاض' مکاتبات الاخوان بالشعر' الجوارح والصید' فصول التماثیل فی الشراب وآدابہ' السرقات' طبقات الشعراء المحدثین، مؤخر الذکر کتاب نے بڑی شہرت پائی جس میں اس نے عباسی دور کی شاعرانہ تہذیب کو مفصل بیان کیا اور پاکیزہ ذوق وناقدانہ نظریات کی نمائندگی کی ہے۔

ادبی مجالس ومکاتبت

نمیری اور اس جیسے کئی شعراء اس کی مجالس غناء میں شریک رہتے، ابن معتز جحظہ' علی بن مہدی اصفہانی اور نمیری کے درمیان شعری مراسلتیں بھی ہوا کرتی تھیں، اس کی مجالس میں لہو محض نہیں تھا بلکہ کئی ماہرینِ لغت وادب اس میں شریک ہوتے تھے، صف اول میں اس کے دو استاذ و دوست مبرد اور ثعلب ہوتے۔

4-3

شاعری کا نمونہ

ابن معتز نے اپنے چچا خلیفہ معتضد کی تعریف کی ہے اور اس کا یہ مدحیہ قصیدہ اس کے بہترین مدائح میں سے ہے:

سلمت امیر المؤمنین علی الدھر ولازلت فینا باقیا واسع العمر

حللت الثریا خیر دار ومنزل فلازال معمورا وبورک من قصر

فلیس لہ فیما بنی الناس مشبہ ولاما بناہ الجن فی سالف الدھر

یعنی اے امیر المؤمنین آپ زمانہ بھر سلامت رہیں اور ہمارے درمیان لمبی عمر پا کر موجود رہیں۔

آپ ثریّا (معتضد کے محلوں کا مجموعہ) میں تشریف لائے جو بہترین گھر اور بہت خوب مقام ہے، تو وہ یوں ہی آباد اور برکت سے معمور رہے۔

لوگوں نے جو عمارتیں بنائیں اور جنات نے ماضی میں جو تعمیرات کی ہیں اُن میں ثریّا کی طرح کوئی عمارت نہیں۔

''ثریّا''، تو میل کے رقبے پر تھا، اُس کے اطراف خوبصورت باغات تھے، ابن معتز نے اس کی دلنیشن منظر کشی کی ہے:

وأنھار ماء کالسلاسل فجرت لترضع اولاد الریاحین والزھر

جنان وأشجار تلاقت غصونھا فاورقن بالأثمار والورق الخضر

تری الطیر فی أغصانھن ھواتفا تنقّل من وکر لھن الی وکر

یعنی زنجیروں کی طرح پانی کی نہریں بہائی گئیں تا کہ وہ ریحان اور دوسرے پھولوں کے بچوں کو دودھ پلائیں۔

وہاں باغات ہیں اور درخت ہیں جن کی ٹہنیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں، تو وہ پھلدار اور سبز پتّوں سے بھری ہیں۔

تم اُن باغوں کی ٹہنیوں پر پرندوں کو چہچہاتے دیکھتے ہو جو اپنے ایک گھونسلے سے دوسرے گھونسلے پر جاتے ہیں۔

ابن معتز نے بہت کم مرثیے لکھے ہیں، معتضد کی موت پر اُس نے جو مرثیہ پڑھا وہ یقیناً اس کے غم و تکلیف کا آئینہ دار ہے، اُس نے یہ مرثیہ کہا جبکہ اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے:

یاساکن القبر فی غبراء مظلمة بالطاھریة مقصی الدار منفردا

أین الجیوش التی قد کنت تسحبھا این الکنوز التی لم تحصھا عددا

أین السریر الذی قد کنت تملؤہ مھابة من رأتہ عینہ ارتعدا

أین الرماح التی غذّیتھا مھجا مذمت ماوردت قلبا ولا کبدا

یعنی اے تاریک زمین کی قبر میں تنہا رہنے والے جو (قبر) مقام طاھریہ میں دور ہے۔

وہ لشکر کہاں ہیں جنہیں تو لے چلتا تھا؟ وہ خزانے کہاں ہیں جنہیں تو شمار نہیں کرتا تھا؟

وہ تخت شاہی کہاں ہے جس پر تو رعبدار براجمان ہوتا تھا کہ جو شخص اُسے دیکھ لیتا اُس کی نظر کانپ اُٹھتی۔

وہ نیزے کہاں چلے گئے جنہیں تو دشمنوں کے دلوں کے خون سے سیراب کرتا تھا؟ تو جب سے چلا گیا وہ کسی دل یا جگر میں نہیں اُترے۔

معتضد کے وزیر عبیداللہ بن سلیمان کی موت پر یوں غم کا اظہار کیا:

ھذا ابوالقاسم فی نعشہ قوموا انظروا کیف تسیر الجبال

یـــانـــاصـــر الـــمـــلـــک بـــارٰاء ہ   بـــعـــدک لـــلـــمـــلـــک لیـــال طـــوال

یعنی یہ ابوالقاسم اپنے جنازہ میں ہے، اُٹھو دیکھو پہاڑ کیسے چلتے ہیں۔

اے اپنی رائے سے مملکت کی مدد کرنے والے! تیرے بعد سلطنت کے لئے لمبی لمبی راتیں ہیں۔

5-1

بحتری

بحتری کا نام ولید بن عبید بن یحیٰی ہے، کنیت ابوعبادہ ہے، والد قبیلۂ طئی سے ہے اور والدہ بنی شیبان سے ہے، قبیلۂ طئی کے خاندان بحتر کی طرف منسوب ہوا اور اسی سے مشہور ہے۔ 204ھ حلب کے شمالی مشرقی قریہ منبج میں پیدا ہوا، اور 284ھ میں وفات پایا۔

اپنے قبیلہ میں فصاحت کا دودھ پی کر پرورش پایا، چھوٹی عمر سے انشاء پردازوں کے پاس جایا کرتا، قرآن کریم حفظ کیا، عرب کے اشعار اور خطبوں کا حافظ ہے، جوانی کے زمانہ میں علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، لغت وعربی قواعد سیکھے اور کچھ تفسیر' حدیث' فقہ اور علم کلام بھی حاصل کیا، اس کی شعری صلاحیت بہت جلد جاگ اُٹھی اور اپنے علاقہ میں رہنے والوں کے بارے میں اشعار کہنے لگا۔ اس نے ابوتمام کی شاگردی اختیار کی، نیز مبرد کا شاگرد ہے، ابوتمام نے بحتری سے کہا کہ تو میرے بعد آنے والے دور میں شعراء کا سردار ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

اس نے متوکل اور اس کے وزیر فتح بن خاقان کے ساتھ وقت گزارا، ان کے قتل ہونے کے بعد اپنے پیدائشی مقام پر واپس آ گیا، بسا اوقات مقام ''سر من رأی'' کے رئیسوں کے پاس جاتا اور ان کی مدح کرتا۔

اخلاق

بحتری انصاف پسند تھا، صاحب فضل کی فضیلت کو تسلیم کرتا، کسی نے اُس سے کہا کہ تم ابوتمام سے بڑے شاعر ہو، اس نے کہا کہ اس طرح کہنے سے نہ مجھے کوئی فائدہ ہوگا اور نہ ابوتمام کو کچھ نقصان ہوگا، اللہ کی قسم میں ابوتمام کی وجہ سے روزی کما رہا ہوں، میں اُسی کا پیروکار ہوں، اُس کی ہوا کے سامنے میرا جھونکا رُک جاتا ہے اور اس کے آسمان تلے میری زمین پست رہتی ہے۔

بحتری ادب اور طبیعت کی نزاکت کے باوجود سب سے زیادہ میلا کچیلا لباس پہننے والا اور بڑا ہی کنجوس شخص تھا، اس کے شعر سنانے کا انداز بہت ہی ناپسندیدہ تھا، شعر گوئی کے وقت کبھی آگے ہٹتا، کبھی پیچھے ہوتا، کبھی سر ہلاتا تو کبھی کندھے، شعر سنا کر آستین کو حرکت دیتا اور خود ہی کہتا: اللہ کی قسم! میں نے کیا خوب شعر کہا ہے، پھر لوگوں سے داد طلب کرتا۔

5-2

شاعری

بحتری کے پاس شوکت الفاظ' حسن معانی اور حلاوت اسلوب ہے، اس نے منطق کے قضیوں سے معنیٰ کو اخذ نہیں کیا بلکہ خیال کی بلندی اور فطرت کے جمال نے اُسے معنیٰ عطا کیا ہے، اس نے شاعری کی خوبصورتی کو زندگی بخشی، اس کے تمام قصائد کا آغاز تشبیب سے ہوتا ہے، عمدگی سے مدح کرنا' ممدوح کے تمام اخلاق کی منظر کشی کرنا' بڑے بڑے محلات کے اوصاف بیان کرنا جیسے ایوان کسریٰ' متوکل کا تعمیر کردہ تالاب اور معتز باللہ کے محل کا وصف بیان کرنا اس کی شاعری کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

بحتری نے متوکل اور اس کے وزراء فتح بن خاقان اور عبیداللہ بن یحیٰی اور ان کے معاونین کی مدح کی، اس کے علاوہ کئی گورنروں کی مدح کی اور ہر ایک سے انعامات لیتا رہا، جس کی وجہ سے اس کی جاگیریں بہت تھیں، بحتری کے ہجویہ قصائد بہت کم ہیں، روایت ہے کہ اُس نے مرنے سے پہلے اپنے ہجویہ

اشعار جلا دیئے تھے، اس کا مجموعی کلام بہت زیادہ ہے، اس لئے اس کے کلام میں سطحی اشعار بھی ملتے ہیں۔

5-3

شاعری کا نمونہ

بحتری متوکل کے تعمیر کئے ہوئے تالاب کے بارے میں کہتا ہے:

تنصب فیها وخود الماء معجلة　　　　كالخيل خارجة من حبل مجريها

كانما الفضة البيضاء سائلة　　　　من السبائک تجری فی مجاریها

اذا علتها الصبا ابدت لها حبکا　　　　مثل الجواشن احيانا حواشيها

یعنی پانی کے ریلے اس طرح تیزی کے ساتھ اس (تالاب) میں آ آ کر گرتے ہیں جیسے گھوڑے اپنے شہسواروں کی لگاموں سے نکل رہے ہوں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفید پگھلائی ہوئی چاندی اس کے نالوں میں بہہ رہی ہو۔

جب بادِ صبا اس پر سے ہو کر گزرتی ہے تو اس پر لہروں کی جالیاں تان دیتی ہے جس طرح زرہوں کے کنارے چمک رہے ہوں۔

عالم خواب میں محبوب کے دیدار سے متعلق یوں کہتا ہے:

اذا ماالكرى أهدى الىّ خياله　　　　شفى قربه التبريح أو نقع الصدى

اذا انتزته من يدى انتباهة　　　　حسبت حبيبا راح منى أو غدا

ولم أر مثلينا ولا مثل شأننا　　　　نعذب أيقاظا وننعم هجدا

یعنی جب نیند مجھے اس کے خیال کا تحفہ دیتی ہے تو اس کا قرب تمام تکلیفوں کو دور کرتا ہے یا پیاس بجھاتا ہے۔

جب بیداری اُسے میرے ہاتھوں سے کھینچ لیتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرے پاس سے چلا گیا۔

اور میں نے ہماری طرح اور ہماری حالت کی طرح نہیں دیکھا کہ بیداری کی حالت میں تکلیف میں مبتلا رہتے ہیں اور خواب میں لطف اندوز ہوتے ہیں۔

6-1

علی بن جہم

علی بن جہم نام ہے، نسب اس طرح ہے: علی بن جہم بن بدر بن مسعود بن اسید، اس طرح اس کا نسب لوی بن غالب تک پہنچتا ہے، کنیت ابوالحسن ہے، 188ھ میں بغداد میں پیدا ہوا، اور 249ھ میں فوت ہوا، اس کا بھائی محمد بن جہم کبار متکلمین میں شمار کیا جاتا ہے، عربی و یونانی تہذیب سے متاثر تھا، وہ مامون کی مجالس میں زندیقوں سے مناظرہ کرتا تھا، لیکن علی بن جہم نے یونانی تہذیب کی طرف توجہ نہ کی، اس نے مذہبی اور سیاسی اختلافات دیکھے، والد نے اس کی تعلیم پر توجہ دی، اس نے حساب، نحو، عروض سیکھا، چند قرآنی سورتیں، احادیث شریفہ اور کچھ اشعار یاد کئے، کمسنی سے شعر کہتا تھا، مساجد میں علماء متکلمین کے حلقوں میں شریک ہوتا تھا، بغداد کی جامع مسجد کے معروف قبہ میں ہر جمعہ شعراء کی مجلس ہوتی تھی، یہ بھی شریک رہتا، ہر شاعر ہفتہ بھر جو نظم کرتا سناتا، اس حلقہ میں اس نے کئی شعراء سے ملاقات کی اور تعلقات رکھے، جن میں ابوتمام قابل ذکر ہے، بیس سال کی عمر تک وہ معاصر شعراء کے درمیان اپنا مقام بنا چکا تھا، علی بن جہم معتصم کے مداحوں میں شامل تھا اور متوکل کا خاص شاعر بنا، وہ اس پر اپنے انعامات کی بارش کرتا تھا۔

علی بن جہم معتزلہ سے نفرت رکھتا تھا، معتزلہ مامون کے دور سے خلق قرآن کا عقیدہ گھڑ رکھے تھے، اور عباسی خلفاء فقہاء کرام پر بطور خاص امام احمد

بن حنبل پر بڑی سختی کرتے تھے، علی بن جہم بھی معتزلہ کے باطل نظریہ کے خلاف تھا، علی بن جہم کی مخالفت اور دیگر کئی وجوہات کی بنا پر متوکل نے اس نظریہ پر پابندی عائد کی جو ایک عرصہ سے سرکاری طور پر تسلیم کیا جاتا تھا، وہ مدح میں کہتا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ارتدادی فتنہ کا خاتمہ کیا اور متوکل نے دوسرے ارتدادی فتنہ کا خاتمہ کیا اور معتزلی افکار کو روکا۔

6-2

شاعری کا نمونہ

علی بن جہم نے معتزلہ کی بہت ہجو کی یہاں تک کہ اُنہیں کفر سے متصف کیا:

قــــام واهــــل الارض فــــى رجـفة   يـخبـط فيهـا الـمقبـل الـمدبـر
فـــى فتـنة عـمـيـــاء لانــــارهـــا   تـــخبـــو ولامـــوقـــدهـــا يــفتـــر
فـــقـــال والألســـن مـــقبـــوضة   ليبـــلـــغ الـــغـــائـــب مـــن يـــحـضـر
انـــى تـــوكـــلـــت عـــلـــى الـــلـــه لا   أشـــرك بـــالـــلـــه ولا أكـــفـــر
لا أدعـــى الـــقـــدرة مـــن دونـــه   بـــالـــلـــه حـــولـــى وبـــه اقـــدر

یعنی خلیفہ متوکل ایسے وقت کھڑا ہو گیا جبکہ روئے زمین پر لوگ ایسے زلزلہ سے دوچار تھے جس میں پیچھے والا آگے والے کو روند رہا تھا۔
لوگ ایسے اندھے فتنہ میں تھے جس کی آگ بجھ نہیں رہی تھی اور نہ اس کو جلانے والا کمزور پڑتا تھا۔
تو خلیفہ نے فرمایا جبکہ زبانیں خاموش تھیں: چاہیئے کہ حاضر شخص غائب کو یہ بات پہنچا دے۔
کہ میں اللہ پر توکل کرتا ہوں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں۔
میں اس کے سوا قدرت کا دعوی نہیں کرتا، اللہ ہی کی وجہ سے میری طاقت ہے اور اسی کے باعث قدرت رکھتا ہوں۔

انشاپردازی اور ادباء

عصر عباسی دوم میں ادب کی ترقی میں نیا موڑ آیا اس طرح کہ اس سے ماقبل ادب میں مختلف علوم شامل تھے جس میں ادیب نحو، لغت، اخبار اور امثال ایک ساتھ پڑھتا تھا، بعدازاں نحو ایک مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گیا اور علماء خاص طور پر الفاظ کی تصریف اشتقاق معانی اور ترتیب وغیرہ پر بحث کرتے رہے اور اسی طریقہ کو عصر عباسی ثالث میں اختیار کیا گیا اور بڑے معاجم لکھے گئے، عصر عباسی دوم میں ادب کے مختلف انواع پر مفصل کتابیں لکھی گئیں۔

فکری وسعت

عصر عباسی دوم کی امتیازی خصوصیات:

گزشتہ زمانہ میں ادب صرف نقل پر منحصر تھا اور ادیب جو کچھ سنتا یا اسے سند کے ساتھ جو بھی ادبی شہہ پارے پہنچے وہ اسے بغیر کسی تصرف و تبدیلی کے دوسروں تک پہنچاتا جیسا کہ اصمعی، حماد اور ابوعبیدہ وغیرہ نے کیا لیکن اس عصر میں ادیب ان روایات میں تدبر کرتا اور اس میں سے کوئی نتیجہ یا حکمت یا نصیحت نکالتا اور اسے اپنی کتاب کا حصہ بناتا جس طرح سے جاحظ، ابن قتیبہ وغیرہ نے کیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو کچھ ادبی اور منطقی کتابیں لکھی گئیں یا فارسی ہندی سے ترجمہ کی گئیں ان میں غور کرتا اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتا جس کی وجہ سے ان کی معلومات میں وسعت ہوتی گئی اور وہ غور و فکر کے عادی ہوئے۔

سیاسی و ملکی حالات کا اثر

حکومت کے فساد اور خلفاء پر مصیبتوں کے نزول کی وجہ سے امت میں جو کچھ تغیر و تبدیلی واقع ہوئی اس سے مفکرین متاثر ہوئے اور انہوں نے نصیحت اور عبرت لینے کی غرض سے حکمت کی باتوں کو پھیلایا اور زہد اور زہاد کے واقعات کو بیان کیا اور حکماء کے اقوال کو ذکر کیا اور انصاف پسند و دانشمند لوگوں کے اقوال و تراجم کو بیان کیا تاکہ اس سے لوگ نصیحت حاصل کریں اور ان کے طریقہ پر چلیں یوں ادباء نے ان تمام چیزوں کو اپنی ادبی کتابوں میں جمع کیا۔

تصنیف کتب اور جمع متفرق

ادباء نے اپنی کتابوں سے عرب کے واقعات اور ان کے مختلف موضوعات و مصادر کو ایک یا کئی کتابوں میں جمع کیا اور انہیں ترتیب وار ابواب میں ذکر کیا جس طرح سے **الموشی** اور **العقد الفرید** میں ہیں، غرض یہ تھی کہ اس کے ذریعہ مال و زر طلب کیا جائے چونکہ خلفاء کو اس بات میں رغبت و خواہش تھی کہ وہ عرب کے اخبار، اشعار اور امثال پر گہری نظر رکھیں، لیکن اس دور میں ادب ایک علمی صنعت میں بدل گیا اور ادبی تصنیفات میں علمی مضامین بھی شامل ہو گئے اور نحو و لغت کی طرف ادباء کا میلان زیادہ ہو گیا، اس کے علاوہ تاریخ، سیاست اور شعر کی طرف توجہ زیادہ ہو گئی۔

جاحظ

ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب کنانی 150ھ بصرہ میں پیدا ہوا، سن ولادت میں اور بھی اقوال ہیں، اور 255ھ میں فوت ہوا، جاحظ کے لقب سے مشہور ہے، جاحظ چہرہ کا بدصورت، اُبھری ہوئی آنکھوں والا تھا، اپنی ذکاوت، عمدہ طبیعت اور فکری صلاحیت کی وجہ سے ادب کے بڑے ائمہ میں شمار کیا گیا، جاحظ کی نشو و نما بصرہ میں ہوئی جبکہ وہاں ادباء، نحویین اور لغویین بڑی تعداد میں موجود تھے، ان بڑی بڑی ادبی شخصیتوں کے حلقوں میں جایا کرتا اور ان سے استفادہ کرتا، وہ عصر عباسی دوم کے ادباء کا امام کہلایا، ادب و لغت میں اس کی اپنی رائے اور اس کا اپنا مذہب ہے، انشاپردازی میں اپنے طریقہ سے جانا جاتا ہے، جاحظ معتزلی علماء میں شمار کیا جاتا ہے، نظّام معتزلی کا شاگرد ہے، بعدازاں فلسفہ و منطق سے متاثر ہو کر وہ نظریۂ اعتزال میں علٰحدہ فکر کا حامل ہوا، ایک جماعت اُس کی تابع ہوئی جو جاحظیہ کہلاتی ہے۔

البیان والتبیین

جاحظ کی کئی تصانیف ہیں؛ جو متعدد بار طبع ہو چکی ہیں، البیان والتبیین میں جاحظ نے انشاء پردازی پر بحث کی ہے، خطابت، شعر، سجع پر اور خطباء، شعراء عبّاد و زہاد کے بارے میں مفصل لکھا ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے خطبوں کے نمونے بیان کئے، لغت میں لحن وغلط کی نشاندہی کی، یہ کتاب اپنے فن میں تیسری صدی ہجری کے درمیانی عرصہ کی بہترین تالیف ہے۔

کتاب الحیوان

علم حیوانات میں زبان عربی کی قدیم ترین کتاب ہے، جس میں حیوانات کی طبیعتوں کو اور انسانوں کے ساتھ اُن کے تعلق کو بیان کیا گیا۔ علاوہ ازیں کتاب البخلاء، فضائل الاتراک، طبقات المغنین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سکری

ابوسعید حسن بن حسین سکری، ادیب، لغوی اور نحوی ہے، بصریین میں راوی کی حیثیت رکھتا ہے، اس نے قدیم شعر کو جمع کیا اور اس کی شرح کی، شعراء جاہلیین اور ابتدائی شعراء اسلامیین کے جو اشعار ہمارے سامنے ہیں سکری کی ہی روایت کی بدولت ہیں جو اُس نے قبائل اور افراد سے روایت کئے، اُس نے امرء القیس، زہیر، نابغہ، حطیئہ، لبید، درید، عمرو بن معدیکرب، اعشی بہت سے جاہلی شعراء کے شعر کو دواوین میں جمع کیا، اسی طرح اُس نے قبائل میں بنوذہل، بنوشیبان، بنوربیعہ، بنویربوع اور کئی قبائل کے اشعار کو یکجا کیا، دیوان امرء القیس کی شرح بھی سکری کی طرف منسوب ہے، سکری کی ایک کتاب اخبار اللصوص ہے، جس میں کچھ اعرابی چوروں کے واقعات مذکور ہیں۔

ابن قتیبہ

ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری 213ھ کوفہ میں پیدا ہوئے، اور 276ھ میں وفات پائی، عصر عباسی دوم کے ادیب، فقیہ، محدث اور عربی تاریخ دان ہیں، کوفہ میں تعلیم حاصل کی، بغداد میں رہائش اختیار کی اور علاقہ دینور کے قاضی ہوئے اور اسی کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں، ابن قتیبہ فقہ، لغت ونحو کے ماہر، متعدد علوم میں بلند رتبہ کے حامل، اپنی روایتوں میں صادق، رائے کے پختہ اور حق کہنے میں دلیر تھے، سب سے پہلے نقد ادبی میں قلم اُٹھانے والے ہیں، ادب کے کئی فنون میں تالیف کی، ان کی بعض کتب تاریخ وادب کی امہات الکتب میں داخل ہیں۔

عیون الاخبار

یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے اور امہاتِ کتبِ ادب میں شامل ہے، جس میں کئی مضامین موجود ہیں جیسے بادشاہ، جنگ، سرداری، طبائع واخلاق، زہد، حوائج، طعام، نساء وغیرہ۔

کتاب المعارف

یہ عمومی تاریخ کی قدیم ترین کتابوں میں شامل ہے، جس میں خلق، انبیاء، انساب عرب، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ وتابعین، قراء، راویان شعر کے واقعات کا خلاصہ ہے اور معذوروں اور عرب وعجم کے بادشاہوں کے واقعات کا لب لباب ہے۔

کتاب الشعر والشعراء

اسے طبقات الشعراء یا کتاب الشعراء یا اخبار الشعراء بھی کہا جاتا ہے، یہ ایک ہی کتاب کے مختلف نام ہیں، اس کتاب میں اُن شہرہ آفاق شعراء کی سوانح حیات ہیں جنہیں اکثر عرب جانتے ہیں اور جن کے شعر سے غریب اللغۃ، نحو اور تفسیر قرآن کریم میں استدلال کیا جاتا ہے۔

دور جاہلی اور ابتدائی اسلامی دور سے مؤلف کے دور تک کے مشہور ترین شعراء کے واقعات اس میں موجود ہیں۔

اس کتاب میں ادبی نقد بھی پایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ابن قتیبہ کی بہت سی اہم تالیفات ہیں جن میں ادب الکاتب' الامامۃ والسیاسۃ' کتاب الشراب والاشربۃ' کتاب التسویۃ بین العرب والعجم وتفضیل العرب' تاویل مختلف الحدیث' کتاب مشکل القرآن' المشتبہ من الحدیث والقرآن' کتاب المسائل والجوابات' کتاب اللبأ واللبن اور معانی الشعر الکبیر قابل ذکر ہیں۔

نحواور نحویین

قبل ازیں جن ادباء کا ذکر ہوا وہ نحویین بھی ہیں، لیکن اُنھوں نے نحو میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی بلکہ سیبویہ کی کتاب پر اکتفا کیا، زیادہ سے زیادہ اُنھوں نے سیبویہ کی کتاب کا اختصار کیا یا اس پر تعلیق کی، یہاں ہم ایسے افراد کا ذکر کریں گے جنھوں نے علم نحو کو اپنا مشغلہ بنایا اور اس فن میں مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

ابوعثمان مازنی

ابوعثمان بکر بن محمد بن بقیہ مازنی' نحاۃ بصریین سے ہیں، سن ولادت مجہول ہے، 249ھ میں وفات ہوئی، ابوعبیدہ اور اصمعی کے شاگرد ہیں، یہ اپنے زمانہ میں امام النحاۃ رہے، نحو اور عروض میں ان کی کئی تالیفات ہیں لیکن کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی، اُنھوں نے مال وافر کی پیش کش کے باوجود ذمی کو کتاب سیبویہ کی تعلیم سے گریز کیا تاکہ وہ اہل ذمہ سے متعلق آیات سے واقف نہ ہو۔ واثق اور متوکل کی مجالست اختیار کی اور اُن سے انعامات حاصل کئے، مازنی ہی وہ شخصیت ہے جس نے علم صرف کو علٰحدہ مدون کیا اس سے قبل یہ علم' علم نحو میں شامل کیا جاتا تھا۔

ابوالعباس ثعلب

ابوالعباس احمد بن یحیٰی بن زید بن سیار' ثعلب سے مشہور ہیں، 200ھ میں پیدا ہوئے اور 291ھ وفات پائے۔ ابن اعرابی کے شاگرد ہیں، نحو اور لغت بشمول حفظ' صدق لہجہ' عربی شناسی اور قدیم شعر کی روایت میں مشہور ہیں، علمی جلالت ایسی ہے کہ حجت کی حیثیت رکھتے ہیں، اپنے زمانہ کے کوفیین وبصریین کے امام ہیں، اکثر فنون ادب میں تقریباً بائیس کتابیں لکھیں، اکثر کتابیں ضائع ہوگئیں، چند کتب درج ذیل ہیں:

کتاب الفصیح

یہ کتاب فصیح ثعلب سے مشہور ہے، جس میں اُنھوں نے لوگوں میں رائج کلام میں سے فصیح کلام کو منتخب کیا، اس کتاب پر شروح وحواشی لکھے گئے۔

اس کے علاوہ کتاب قواعد الشعر' شرح دیوان زھیر' شرح دیوان الاعشٰی اور کتاب الامالی ہیں۔

ابواسحٰق زجاج

ابواسحاق ابراہیم بن سری بن سہل زجاج 241ھ میں پیدا ہوئے اور 311ھ میں فوت ہوئے، مبرد کے شاگرد ہیں، وہ تنگدستی کی وجہ سے مبرد کو مشکل سے تعلیم کی فیس دیتے تھے، بعدازاں کسی نے مبرد سے کوئی مدرس کے انتظام کو کہا تو اُنھوں نے زجاج کی نشاندہی کی اس طرح زجاج قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان کے اتالیق بنے، یہی وجہ ہوئی کہ زجاج مالدار ہوئے، اُن کی کئی کتابیں ہیں۔

منجملہ اُن کے چند یہ ہیں: کتاب سر النحو' کتاب الابانۃ والتفھیم عن معنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کتاب خلق الانسان فی اللغۃ اور کتاب معانی القران۔

لغت اور اہل لغت

عصر عباسی دوم کے لغویین نحاۃ یا ادباء میں بھی شمار کئے جاتے ہیں لیکن لغت میں اشتغال کے باعث اُنہیں لغویین کی حیثیت سے ذکر کیا جاتا ہے، لغوی معاجم اسی زمانہ میں مدون ہوئیں، اور اس زمانہ کے علماء لغت نے لغوی معاجم کی ترتیب وتدوین میں سابقہ لغویین سے زیادہ کردار ادا کیا۔

ابوعمرو ہروی

ابوعمرو شمر بن حمدویہ ہروی ثقہ' غریب اللغۃ کے حافظ اور اشعار واخبار کے راوی ہیں، 255ھ میں وفات ہوئی، اُن کی کوئی کتاب باقی نہ رہی حالانکہ اُنہوں نے لغت میں ایک معجم تالیف کی، وہ معجم حرف جیم سے شروع ہوتی ہے، یہ کتاب ضائع ہوچکی ہے۔

ابوحاتم سجستانی

ابوحاتم سہل بن محمد سجستانی لغت اور شعر کے عالم تھے، ابوزید' ابوعبیدہ اور اصمعی کے شاگرد ہیں، وہ نحو کے ویسے ماہر نہیں تھے لیکن ان کی تالیفات بہت ہیں، اُن کی 32 کتابیں بتائی جاتی ہیں، اکثر کتابیں لغت میں ہیں، کتاب الحشرات' کتاب خلق الانسان' کتاب الوحوش والسیوف والابل والجراد والکرم اور کتاب النخلۃ ان کتابوں میں محض لغوی نقطۂ نظر ملحوظ ہے، ان موجودات کی طبعی' طبی یا زراعی صفات کو نہیں بیان کیا گیا۔

کتاب المعمرین

اس کتاب کا موضوع تاریخ ہے، اس میں جاہلیت کے اُن معمر شعراء کا ذکر ہے جنہوں نے آخری عمر تک شعر کہا، ان کی تعداد ایک سو دس (110) بتائی گئی ہے، جن میں عبید بن ابرص' لبید' عمرو بن قمیئہ' عامر بن ظرب' درید بن صمہ وغیرہ شامل ہیں 255ھ میں وفات ہوئی۔

ابوالعباس مبرد

ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر ثمالی مبرد سے مشہور ہیں، 210ھ بصرہ میں پیدا ہوئے، مبرد امام النحاۃ ہیں، وہ عمر جرمی اور ابوعثمان مازنی کے شاگرد ہیں، مبرد مضبوط حافظہ والے اور زیادہ یاد کرنے والے تھے، ثعلب کے معاصر رہے اور ان دونوں کے درمیان کئی منازعات واقع ہوئے، مبرد' ثعلب کے ساتھ ہمنشینی کو پسند کرتے تھے لیکن ثعلب اسے ناپسند کرتے تھے کیونکہ مبرد فصیح زبانی اور خوبصورت عبارت والے تھے اور ثعلب کا اسلوب وانداز تعلیمی تھا، جب دونوں کسی محفل میں جمع ہوتے تو فیصلہ مبرد کے حق میں ہوا کرتا۔

مبرد کثرت سے املاء کرواتے، ان کی 44 تالیفات کا ذکر ملتا ہے جو ادب' لغت' نحو' عروض' بلاغت اور قرآن کریم سے متعلق ہیں۔

الکامل: یہ کتاب ادب سے متعلق ہے جس میں نظم ونثر' امثال وموعظت اور منتخب خطبے اور خطوط ہیں، اس کتاب کا مقصد غریب کلام اور پیچیدہ معنیٰ کی وضاحت کرنا ہے، یہ کتاب اُن کتب لغت میں شمار کی جاتی ہے جو معاجم لغت کی تدوین میں مددگار ثابت ہوئی اس کے علاوہ کتاب المقتضب اور کتاب التعازی والمراثی قابل ذکر ہیں۔

ابن درید

ابوبکر محمد بن حسین بن درید ازدی 223ھ بصرہ میں پیدا ہوئے، یہیں نشو ونما پائی اور تعلیم حاصل کی، سجستانی' ریاشی اور اصمعی کے شاگرد رہے، ایک عرصہ تک بصرہ میں رہنے کے بعد نواحی فارس کی طرف کوچ کیا اور وہاں کے دو حکمرانوں کے ساتھ رہے اور ان کے لئے کتاب الجمہرۃ لکھی پھر اُنہیں فارس کے کونسل کی ایسی ذمہ داری دی گئی کہ ہر سرکلر اور خط اُن کی رائے سے ہی جاری ہوا اور اُن کی دستخط کے بغیر کوئی حکم نافذ نہ ہوتا، 331ھ میں اُن کی وفات ہوئی۔

ابن درید لغت میں بہت ماہر تھے، اُن کا شمار اکابر اہل لغت میں ہوتا ہے، لغت میں اور انساب واشعار میں ید طولیٰ رکھتے تھے، کثیر الشعر شاعر تھے، اُن کا ایک شہرۂ آفاق قصیدہ مقصورہ ہے جس میں اُنہوں نے شاہ بن میکال اور اس کے دو بیٹوں کی مدح کی ہے، جس کا مطلع یہ ہے ؎

اما ترى رأسى حاكى لونه　　　طرة صبح تحت أذيال الدجى

اس مقصورہ کے دوسو اُنتیس اشعار ہیں، نیز اس میں عرب کے آداب' اخبار اور حکم وامثال ہیں، کئی شعراء نے اس مقصورہ کا معارضہ کیا اور بہتوں نے شروح لکھیں، ابن درید کے کئی اور قصائد بھی ہیں۔

ابن درید کا ذکر لغویین میں کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی اکثر کتابیں لغت میں ہیں یہاں تک کہ ماہرین نے اُنہیں خلیل بن احمد کے قائم مقام کہا ہے، اُنہوں نے لغت میں ایسی باتیں بیان کی ہیں جو متقدمین کی کتابوں میں پائی نہیں جاتی، ابن درید کی بہت سی تالیفات ہیں۔

(۱) الجمهرة فی اللغة: یہ کتاب لغت کی اہم ترین تالیف ہے، کیونکہ یہ حروف ہجاء کی ترتیب پر ہے، اُنہوں نے اس کی ترتیب میں خلیل بن احمد کی کتاب العین کو پیش نظر رکھا، مفردات کو بیان کرنے میں اُنہوں نے ترتیب یوں رکھی کہ پہلے مفردات ثنائی کو لکھا، پھر ثلاثی، پھر رباعی، ملحق بر باعی، پھر خماسی وسداسی اور پھر ملحق بخماسی اور ملحق بسداسی۔

ایک علحدہ باب میں نادر مفردات کو جمع کیا، لیکن اس کتاب میں مفردات کو تلاش کرنا ہمارے لئے غیر مانوس ہے، اس کتاب کا نام اُنہوں نے ''جمہرۃ'' اس لئے رکھا کہ اس میں جمہور کلام عرب کو منتخب کیا۔

(۲) کتاب الاشتقاق: یہ کتاب قبائل، عشائر اور اُن کی شاخوں کے ناموں سے متعلق ہے، اور اُن قبائل کے سرداروں، شاعروں اور شہسواروں کے ناموں کے بارے میں ہے، یہ معاجم کی ترتیب پر ہے، اس میں لغوی فوائد بھی ہیں۔

علاوہ ازیں **صفة السرج واللجام**، **کتاب الملاحن**، **کتاب المجتبیٰ**، **کتاب السحاب والغیث وأخبار الرواد** قابل ذکر ہیں۔

عبدالرحمٰن ہمدانی:

عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن حماد ہمدانی لغت اور نحو کے امام ہیں، بکر بن عبدالعزیز عجلی کے کاتب رہے، اُن کی کئی ایک کثیر الفوائد تالیفات ہیں لیکن ہم تک پہنچی نہیں ہیں، 327ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

عصر عباسی دوم میں جو کتب لغت لکھی گئیں اُس میں ابوالحسن ہنائی کی کتاب المنجد ہے جو چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں لکھی گئی، اس کتاب کو چھ ابواب پر ترتیب دیا گیا جس میں اعضاء بدن، جانوروں، پرندوں اور اسلحہ کی اقسام کا بیان ہے، ابوالحسن ہنائی کی ہی ایک کتاب المنضد ہے جو حروف ہجاء کی ترتیب پر لکھی گئی ہے۔

تاریخ اور مؤرخین

عصر عباسی اول میں ضرورت درپیش تھی کہ سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، انساب، فتوحات اور طبقات کو قلمبند کیا جائے اور ایسا ہی ہوا پھر اس عصر عباسی دوم کو یہ خصوصیت حاصل رہی کہ اس میں عام تاریخ لکھی گئی جو متقدمین ومتاخرین کے واقعات کو شامل ہے، جس کی طرف عصر عباسی اول میں توجہ نہیں کی گئی، اس زمانہ میں کتب فارس کو جب عربی زبان میں منتقل کردیا گیا اور امم سابقہ کے معارف ومفاخر، اخبار وواقعات ترجمہ کے ذریعہ مفصل معلوم ہوئے، تو عام تاریخ کی طرف توجہ کی گئی، احکامِ شریعت مقرر ومدوّن ہوئے، فتوحات اور اس کے اسباب میں غور وخوض کی ضرورت باقی نہ رہی، تو فتوحات کی تلخیص، تبویب اور تحقیق کی گئی، ترکوں کے تسلط کی وجہ سے عربی عصبیت ماند ہوگئی اور نسبی عصبیت ختم ہوکر وطنی عصبیت زور پکڑی تو لوگوں کی فکر ممالک واقوام کے احوال وواقعات کی جانب ہوئی۔

جب فکر میں توسع اور انداز میں تفنن پیدا ہوا اور لسانی علوم ومعارف پھیل گئے تو کسی شعر کی تشریح یا کسی تعبیر کی توضیح جو تاریخی واقعات سے تعلق رکھتی ہے، اُن کو تفصیل سے ذکر کیا جانے لگا، اس طرح تاریخ کی ایک قسم علم ادب سے پھوٹ نکلی، وہ ہے عرب کے واقعات وایام، اُن کے اشعار وشعراء اور تمام احوال، یہ علم ادب ہی کا حصہ ہے کیونکہ ان تمام چیزوں کو لغت وشعر سے تعلق ہے، اس طرح یہ بھی تاریخ میں داخل ہے لیکن یہ عرب کے واقعات اور عرب

علاقوں تک محدود ہے، ان تاریخ نگاروں کو علماء ادب میں شمار کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں مؤرخین کی فہرست میں اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے عرب کے معدود علاقوں اور محدود واقعات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تنوع کا انداز اور توسع کا طریقہ اختیار کیا۔

عصر عباسی دوم کے مؤرخین چار قسم کے ہیں: (۱) فتوحات کے مؤرخین۔ (۲) عرب کے واقعات و احوال، شعراء، انساب، طبقات وغیرہ کے مؤرخین (۳) بلدان و امم کے مؤرخین جنہوں نے ملک یا قوم کی علٰحدہ تاریخ خاص لکھی (۴) تاریخ عام کے مؤرخین

فتوحات کے مؤرخین

اس دور میں اسلامی فتوحات کی تاریخ ختم ہوئی کیونکہ اس سے فراغت ہوچکی، سوائے یہ کہ بیت المقدس کی تاریخ لکھی گئی یا پھر پہلے لکھی گئی تاریخ کو ہی نقل کیا گیا۔

(۱) ابن عبد الحکم: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم ابتدائی دور اسلام کے خصوصی طور اسلامی فتوحات کو مدوّن کرنے والے آخری مؤرخ ہیں، ان کے والد فقہاء مالکیہ میں سے ہیں، ان کے بھائی محمد بن عبداللہ امام شافعی کے شاگرد ہیں، ابن عبدالحکم کی ایک مفصل تالیف ہے جس کا نام ''فتوح مصر والمغرب والاندلس'' ہے، اُن کی وفات 257ھ میں ہوئی۔

(۲) بلاذری: ابوجعفر احمد بن یحیٰی بن جابر بلاذری فتوحات کے خاتمۃ المؤرخین ہے، دوسری صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئے، بغداد میں نشوونما پائی، خلفاء عباسیہ متوکل، مستعین اور معتز کے قریب رہے۔ بلاذری شاعر، انشاپرداز اور مترجم تھے، فارسی سے عربی میں نقل کرتے تھے، ان کی کئی تالیفات ہیں۔

(۱) فتوح البلدان: یہ بلاذری کی مشہور ترین تالیف ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس سے طویل تر کتاب کا اختصار ہے، انہوں نے اس طویل کتاب کی تالیف کا آغاز کیا اور اس کا نام ''کتاب البلدان الکبیر'' رکھا جس کی وہ تکمیل نہ کرسکے تو اُنھوں نے اس مختصر پر ہی اکتفا کیا، اس کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میمون کی فتوحات سے ایک ایک شہر کی آخری فتح تک تمام فتوحات کا ذکر کیا، اس کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی، اُنھوں نے ایک علٰحدہ فصل باندھی جس میں عمرانیات اور سیاسیات کا ذکر کیا، خراج و عطاء، مہر و نقود اور تحریر وغیرہ کا ذکر کیا، جس سے واقفیت کتبِ تاریخ میں نادر ہے۔

(۲) انساب الاشراف: اس کتاب کو الانساب والاشراف بھی کہتے ہیں، جو بیس جلدوں پر مشتمل ہوکر بھی ناتمام ہے، یہ کتاب ضائع ہوچکی پھر ایک جرمن مستشرق کو تاریخ کی کتاب کا گیارھواں حصہ دستیاب ہوا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ بلاذری کی کتاب کا ایک حصہ ہے۔

جزیرۂ عرب کے مؤرخین

جن رواۃ و ادباء نے تاریخ کی جانب توجہ کی اور تاریخ میں تالیف کی اُن کی تحریرات عرب کے واقعات و ایام، قبائل و انساب، اشعار و شعراء میں منحصر ہے، ان میں مشہور ترین مؤرخین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) محمد بن حبیب: ابوجعفر محمد بن حبیب بن اُمیّہ علماء بغداد میں سے ہیں، انساب، اخبار، لغت، شعر اور قبائل کے ماہر تھے، ابن الاعرابی قطرب اور ابوعبیدہ سے روایت کی ہے، کئی ایک کتابوں کے مؤلف ہیں۔

(۱) کتاب القبائل والایام الکبیر: محمد بن حبیب کی اہم تالیف ہے، جو اُنھوں نے فتح بن خاقان کے لئے لکھی، اس کی چالیس جلدیں ہیں اور ہر جلد دوسو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، لیکن یہ کتاب مفقود ہے۔

(۲) مختلف القبائل ومؤتلفها: اس کتاب کو ''المؤتلف والمختلف فی النسب'' بھی کہتے ہیں، اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ لفظی تشابہ رکھنے والے قبائل کے ناموں کی وضاحت کی جائے اور ملے جلے انساب کو واضح کیا جائے، اس کتاب میں الفاظ کا ضبط عمدہ ہے، یہ کتاب چھوٹی ہونے کے باوجود کثیر الفوائد ہے۔

(۳) **كتاب من نسب الى أمه من الشعراء:** اس کتاب کا قلمی نسخہ عثمان بن جنی کی روایت کے ساتھ مکتبۃ خدیویہ میں موجود ہے۔

(۴) **كتاب المحبر:** یہ کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفاء راشدین اور صحابہ کرام سے متعلق تاریخی خلاصہ پر مشتمل ہے۔

(۲) زبیر بن بکار: ابوعبیدہ زبیر بن بکار کا نسب حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنھما سے ملتا ہے، یہ مدینہ طیبہ کے کبار علماء میں سے ہیں، 172ھ میں تولد ہوئے، مکہ مکرمہ کے قاضی رہے، بارہا بغداد گئے، 256ھ مکہ مکرمہ میں وفات پائے جبکہ مکہ مکرمہ کے قاضی تھے۔

وہ شاعر ٗادیب اور باعظمت تھے، انساب ٗ وفوذ ٗ نوادر ٗ شعراء وغیرہ سے متعلق کئی کتب کے مؤلف ہیں، جن میں ''کتاب نسب قریش واخبارھم'' اور'' موفقیات'' کا ذکر ملتا ہے۔

(۳) عمر بن شبہ: ابوزید عمر بن شبہ کو ابن ریطہ نمیری بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بنی نمیر کے مولیٰ تھے، 173ھ میں پیدا ہوئے، بصرہ میں پرورش پائی، شاعر ٗ راوی ٗ تاریخ دان اور صادق اللھجہ شخص تھے، 262ھ مقام سر من رأى میں وفات پائے، متعدد کتابوں کے مؤلف تھے، ساری کتابیں ضائع ہوگئیں، صرف ایک ''جمھرۃ'' نامی کتاب کا پتہ چلا ہے، یہ کتاب خالص عرب کے واقعات ٗ اشعار اور جنگوں (جو اسلام سے پہلے فارسیوں اور رومیوں سے ہوئی تھیں) پر مشتمل ہے، ان کی اکثر روایتیں ابن نافع اور ابن اسحاق سے ہیں، ان روایتوں کی حیثیت تاریخی قصوں کی ہے۔

تاریخ خاص کے مؤرخین

اس سے مراد کسی شہر ٗ قوم ٗ قبیلہ یا جماعت کی علٰحدہ تاریخ ہے، جیسے تاریخ دمشق ٗ تاریخ بغداد ٗ تاریخ قریش ٗ تاریخ قبط ٗ تاریخ روم وغیرہ۔ تاریخ خاص سے متعلق تالیف عرب میں زمانۂ قدیم سے ہے، حتیٰ کہ قبل اسلام تاریخ خاص کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ عدی بن زید عبادی نے تاریخ روم تالیف کی، بعضوں نے واقعات بنی اُمیہ پر کتاب لکھی، لیکن تاریخ خاص پر لکھا جانے والا بیشتر سرمایہ ضائع ہو چکا، جیسے ابن سیّار کی تاریخ مرو ٗ ابن شبہ کی تاریخ البصرۃ والکوفۃ، اسلم بن سہل کی تاریخ واسط اور یحیٰی بن مندہ کی تاریخ اصفہان، تاریخ خاص کے چند مشہور تر مؤرخین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ازرقی: ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، 250ھ میں وفات پائے، ازرقی کی کتاب ''اخبار مکۃ'' ان کی اہم تالیف ہے۔

(۲) ابن طیفور: ابوالفضل احمد بن ابوطاہر ہے، اُن کے والد ابوطاہر کا نام طیفور رہے، بغداد میں تولد ہوئے اور 280ھ میں وفات پائے، اُنہوں نے کئی ایک کتب تالیف کیں لیکن چند ہی باقی رہیں۔

(۱) تاریخ بغداد: ہماری معلومات کے مطابق یہ کتاب ٗ تاریخ بغداد پر قدیم ترین تالیف ہے، لیکن اس کی صرف چھٹی جلد دستیاب ہے، جو 204ھ مامون کی بغداد واپسی سے اُس کی وفات تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔

(ب) **كتاب المنثور والمنظوم:** یہ کتاب مصنف کے زمانہ تک عربی زبان میں پائی جانے والی منتخب نگارشات اور اشعار پر مشتمل ہے، یہ کتاب دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے، ہر جلد تقریباً ہزار بڑے صفحات پر ہے۔

(ج) **بلاغات النساء:** ابن طیفور کی ایک مشہور کتاب ''بلاغات النساء'' ہے۔

تاریخ عام کے مؤرخین

عصر عباسی دوم سے پہلے تاریخ موضوعات اور مختلف اغراض کے لئے مدوّن کی جاتی تھی، لیکن یہ دور تاریخ عام کی تدوین کا عمدہ دور رہا، کیونکہ جب مسلمان دوسری اقوام کی تواریخ سے واقف ہوئے تو اسی نہج پر تاریخ کی تدوین کی، اس دوران مسلمانوں کے تعلقات دوسری اقوام سے بڑھنے لگے، تو اہل اسلام نے تاریخ عام پر کتابیں تالیف کیں، جس کا آغاز بدأ الخلق سے ہوتا ہے، پھر مختلف اقوام اور ان کی تواریخ کا بیان ہوتا ہے، تاریخ عام پر لکھی گئی اہم ترین کتابوں کے مؤلفین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) **یعقوبی**: احمد بن ابی یعقوب بن واضح، یعقوبی سے مشہور ہیں، بہت زیادہ سفر کرتے اور سفر کو پسند کرتے تھے، مشرقی و مغربی اسلامی ممالک میں سیاحت کی، چنانچہ وہ 260ھ ارمینیہ میں تھے، پھر ہندوستان گئے، وہاں سے مصر اور بلاد مغرب کی جانب کوچ کیا اور اپنی اس سیاحت کے بارے میں کتاب لکھی جس کا نام کتاب البلدان رکھا، یہ تالیف تاریخ عام کے موضوع پر سب سے قدیم کتاب ہے جو دستیاب ہے، یعقوبی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے 278ھ میں وفات پائی۔

یعقوبی کی ایک اور کتاب ہے جو تاریخ الیعقوبی سے مشہور ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے، پہلی جلد میں عام تاریخ قدیم ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے ظہور اسلام تک کی تاریخ ہے، اس میں اسرائیلیوں' سریانیوں' ہندوؤں' یونانیوں' رومیوں' فارسیوں' غساسنہ' حمیریوں اور زنجیوں کی تاریخ ہے، دوسری جلد میں تاریخ اسلام ہے جو معتمد باللہ کے عہد 259ھ پر ختم ہوتی ہے، یہ کتاب نہایت قدیم ہے لیکن مؤلف شیعی ہے۔

(۲) **ابوحنیفہ دینوری**: احمد بن داود، دینور کے باشندہ ہیں، کنیت ابوحنیفہ ہے، بصریین و کوفیین سے علم حاصل کیا، ابن سکیت کے خاص شاگرد ہیں، نحو' لغت' ریاضی' علوم ہند اور کئی فنون کے ماہر تھے، نحاۃ اور لغویین میں بھی شمار کئے جاتے ہیں، دینوری کو مؤرخین میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ عام میں اُن کی کتاب ''الاخبار الطّوال'' اہمیت کی حامل ہے، اس میں تاریخ قدیم مختصر ہے اور خوارج' ازارقہ اور بنو امیہ کی تاریخ مفصل ہے، دینوری کی اور کئی کتب تھیں جو ضائع ہوگئیں، منجملہ اُن کے لغت میں کتاب النبات تھی، 282ھ میں وفات ہوئی۔

(۳) **ابن جریر طبری**: ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنے دور کے امام و مقتدیٰ رہے، 224ھ طبرستان کے مقام آمل میں پیدا ہوئے، طلب علم کے لئے بغداد' مصر' شام اور عراق کا سفر کیا، علوم میں کامل دسترس حاصل کیا، پھر بغداد میں حدیث اور فقہ پڑھانے لگے اور 310ھ بغداد میں وفات پائے اور وہیں مدفون ہوئے، مذہب شافعی پر کاربند رہے، پھر اپنا ایک مذہب فقہی اختیار کیا، علماء کی ایک جماعت اس میں اُن کی پیروی کی، اس پر کتابیں لکھیں، اُن میں عبدالعزیز دولابی' محمد بن احمد بن ابوالثلج' ابن عراذ احمد بن یحییٰ منجم وغیرہ ہیں۔

طبری قوت حافظہ' فصاحت لہجہ اور عمل میں صبر کرنے میں مشہور ہیں، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ اُنہوں نے چالیس سال ایسے گزارے کہ ہر دن چالیس صفحات لکھتے، یہ بات مبالغہ سے خالی نہیں لیکن اس سے ان کی جہد مسلسل اور طولِ عمل کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ ابن جریر طبری کی تفسیر اور تاریخ کئی ہزار صفحات پر مشتمل تھی، پھر اُن کے شاگردوں نے ان سے اختصار کرنے کے لئے کہا تو تفسیر طبری و تاریخ طبری اس شکل میں ہوئی جو آج ہم دیکھ رہے ہیں، یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے موضوع میں ریسرچ اسکالر کے لئے مرجع ہیں، وہ ثقہ ہیں، اُن کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے، قرآن اور علوم قرآن میں اور اخبار وواقعات میں وسعت علمی کی وجہ سے اُن کی رائے لائق اعتبار رہے، جب کسی بات کو مانتے تو اُسے ببانگ دہل کہتے، حق گوئی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے، ان کی بہت تالیفات ہیں۔

(۱) **کتاب اخبار الرسل والملوک** : یہ کتاب تاریخ طبری سے مشہور ہے، یہ تاریخ عام ہے جو بدأ الخلق سے شروع ہوکر 310ھ پر ختم ہوتی ہے، یہ کتاب کئی جلدوں میں ہے، جس کے صفحات تقریباً 7500 ہیں، اُنہوں نے واقعات کو سند کے ساتھ بیان کیا، جیسا کہ اُس دور میں طریقہ تھا، یہ کتاب آج تک مؤرخین کے لئے مرجع و مصدر کی حیثیت رکھتی ہے، لوگوں نے اس کتاب کے حصول کا غیر معمولی اہتمام کیا یہاں تک کہ شاہ مصر عزیز فاطمی کے خزانہ میں اس کتاب کے بیس قلمی نسخے موجود تھے جن میں ایک نسخہ خود مؤلف کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا، لیکن جب جہالت کا دور دورہ ہوا تو تمام کتبخانہ نذر آتش کردئے گئے اور سارے نسخے تلف ہوگئے، طباعت کے وقت ایک ہی مقام پر اس کی ساری جلدیں موجود نہ تھیں بلکہ متفرق مقامات سے حاصل کی گئیں۔

علاوہ ازیں تفسیر کبیر' تہذیب الآثار' اختلاف الفقہاء قابل ذکر ہیں۔

(۴) **ابوزید بلخی**: ابوزید احمد بن سہل بلخی بلخ میں تولد ہوئے اور عراق میں پرورش پائے، فلسفی کندی کے شاگرد رہے، علوم قدیمہ حکمیہ سے واقف تھے اس لئے

ضائع ہوئیں، ان کی ایک کتاب صورالاقالیم ہے جو علم جغرافیہ میں ہے، 322ھ میں وفات پائی۔

(۵) ابن بطریق: سعید بن بطریق 263ھ فسطاط میں پیدا ہوئے، تاریخ کی طرح طب میں مشہور ہوئے، کئی کتابیں تالیف کی ہیں، ان میں سے کتاب '' نظم الجوھر''، ہم تک پہنچی ہے، جو تاریخ میں ہے، ابن بطریق نے یہ کتاب اپنے بھائی عیسیٰ کے لئے تالیف کی، اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے 321ھ تک تاریخ ہے، 328ھ میں وفات پائی۔

اُس دور میں تالیف کی گئی اہم کتب تاریخ اتنی ہی نہیں بلکہ سینکڑوں کتبِ تاریخ تلف ہوئیں، مروج الذھب کے مقدمہ میں تقریباً سو کتابوں کے نام مذکور ہیں، جس سے مسعودی نے اپنی کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے، ان میں سے بہت کم کتابیں آج باقی ہیں جیسے تاریخ یعقوبی اور تاریخ طبری۔

اسلامی علوم

عصر عباسی دوم سے قبل ہی فقہ اور اس کے قواعد مدوّن ہو چکے تھے، علوم ذخیلہ یعنی فلسفہ، منطق اور طبعیات ابھی عربی میں منتقل ہو رہے تھے، جس کی وجہ سے رائے میں تبدیلیاں واقع ہوئیں اور ایسے فقہی نظریات وجود میں آئے جو اس سے قبل نہ تھے اور مذہب اعتزال بھی نکلا، اس طرح علم کلام پھیلا جسے علم توحید بھی کہتے ہیں۔

علم کلام / علم توحید

یہ علم فقہ کے بعد وجود میں آیا، اس کو وضع کرنے کا سبب یہ ہوا کہ قرآن کریم میں خدا کی صفات، تنزیہ مطلق کے ساتھ بغیر تاویل کے وارد ہوئی ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم نے اس کو ظاہر پر محمول کر کے اس کی تفسیر کی، قرآن کریم کی بعض آیات مبارکہ سے بادی النظر میں جو تشبیہ فی الذات اور تشبیہ فی الصفات کا وہم پیدا ہوتا ہے دراصل یہ امعان وتدبر اور عمیق فہم کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی لئے صحابہ وتابعین نے تشبیہ کی بجائے تنزیہ کے عقیدہ کو اہمیت دی اس لئے کہ تنزیہ کے دلائل بکثرت ہیں اور آیات قرآنیہ کی دلالت تنزیہ پر نمایاں ہے، ان حضرات کی پیروی کرتے ہوئے بعد والوں نے عقیدۂ تنزیہ کو اختیار کیا۔

لیکن ایک جماعت نے آیات متشابہات کو لے کر تشبیہ فی الذات کا عقیدہ اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہاتھ، قدم، چہرہ جیسی صفاتِ انسانی کو مان لیا، اس طرح یہ جماعت تنزیہِ مطلق کے برخلاف تجسیم صریح کی قائل ہوئی اور دوسری جماعت نے تشبیہ کے اجتناب کی غرض سے اور مخلوق سے مشابہت نہ ماننے کے مقصد کے تحت اس قدر مبالغہ کیا کہ صفات کا انکار کر بیٹھی اور ان دونوں جماعتوں نے افراط وتفریط سے کام لیا اور جمہور کی مخالفت کی۔

جمہور نے تجسیم اور نفی صفات کے قائلین کا رد کیا اور تشبیہ وتجسیم اور نفی وتعطیل کے درمیان تنزیہ مطلق کا عقیدہ اختیار کیا اور اس کے اثبات میں عقلی ونقلی دلائل بیان کئے؛ اس جیسے مباحث کو علم کلام کا نام دیا گیا۔

اس دوران یونانی سرمایہ عربی میں منتقل ہو رہا تھا، یہ جب مسلمانوں کے ہاتھ لگا تو جانبین سے اس کی طرف توجہ ہوئی، اس کا گہرائی سے مطالعہ کیا گیا اور ہر ایک نے اپنے موقف کو مضبوط کرنے کے لئے فلسفہ کا سہارا لیا، نتیجۃً معتزلہ کے علاوہ قدریہ، جہمیہ، کرامیہ، باطنیہ وغیرہ فرقے وجود میں آئے۔

یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری اور ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی نے مذہب اہل سنت اور دیگر نظریات کو دیکھ کر ایک درمیانی راہ اختیار کی اور ان دونوں سے علماء کی بڑی بڑی جماعتوں نے موافقت کی؛ یہی اشاعرہ اور ماتریدیہ کہلائے۔

علماء کلام

(۱) امام ابوحنیفہ: امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ علم کلام میں تالیف کرنے والے قدیم ترین مؤلف ہیں، کیونکہ آپ کی کتاب الفقہ الاکبر کا موضوع علم کلام ہی ہے، 80ھ میں پیدا ہوئے، متعدد صحابہ سے سماع حدیث وروایت حدیث کیا، امام ومقتدیٰ صاحبِ فقہ حنفی مجتہد مطلق، نکتہ رس، دقیقہ شناس، صاحبِ ورع وتقویٰ، کثیر العبادۃ، قلیل الکلام، گہرا استدلال اور مضبوط دلائل رکھنے والے تھے، منصبِ قضاء پیش کیا گیا تو دنیا سے بے رغبتی اور فرط احتیاط کے باعث قبول نہ کیا، 150ھ میں وصال ہوا۔

(۲) ابوحذیفہ واصل بن عطاء: ابوحذیفہ واصل بن عطاء الغزال 131ھ میں وفات پائے، بلغاء متکلمین میں شمار کئے جاتے ہیں اور راء کی جگہ لام پڑھتے تھے لیکن مقتدر الکلام اور نہایت ماہر ہونے کے باعث اپنی گفتگو کو ''راء'' سے خالی رکھتے تھے کہ اس بات کو کوئی تاڑ نہ لے۔

(۳) ابوالھذیل محمد بن ہذیل: ابوالھذیل محمد بن ہذیل علاف معتزلی تھے، 232ھ میں وفات پائے، اعتزال میں بصریین کے امام تھے، قوی الحجۃ تھے، کثرت سے دلائل استعمال کرتے تھے۔

(۴) ابوالحسن اشعری زکریا: ابوالحسن اشعری زکریا ساجی، ابوخلیفہ جمحی، سہل بن نوح، محمد بن یعقوب مقری اور عبدالرحمٰن بن خلف ضبی مصری کے شاگرد ہیں، ان سے تفسیر میں بہت روایت کی، ابوعلی محمد بن عبدالوھاب جبائی کے خاص شاگرد تھے، کئی سال مذہبِ اعتزال میں اُنہی کی رائے کے حامل رہے، یہاں تک کہ معتزلہ کے امام سمجھے جاتے تھے، پھر انہوں نے خلق قرآن اور معتزلہ کے دیگر اقوال سے رجوع کیا، جمعہ کے دن بصرہ کی جامع مسجد میں کرسی پر کھڑے ہوئے اور بہ آواز بلند اعلان کیا ''جس نے مجھے پہچانا تو اس نے مجھے پہچان ہی لیا اور جو نہ پہچانا اُسے میں بتاتا ہوں کہ میں فلان بن فلان ہوں میں اس بات کا قائل تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ بصارت کے ساتھ نہیں دیکھتا، اور اب میں ان باطل عقائد سے توبہ کرتا ہوں، اس سے بَری ہوں اور معتزلہ کی تردید کا ارادہ رکھتا ہوں اور ان کی خرابیوں اور بدعقیدگیوں کو واضح کرنے والا ہوں''۔

اُنہوں نے 55 کتب تالیف کیں، جن میں کتاب اللمع، کتاب الموجز، کتاب ایضاح البرھان، کتاب التبیین علی اصول الدین، کتاب الشرح والتفصیل، کتاب الابانۃ اور کتاب تفسیر القرآن شامل ہے، کہا جاتا ہے کہ آخر الذکر کتاب ستر جلدوں میں تھی، ان میں اکثر کتابیں تلف ہوگئیں۔ 333ھ میں وصال ہوا۔

(۵) ابومنصور محمد بن محمد بن محمود: ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی سمرقند کے ایک محلّہ ماترید کے باشندہ ہیں، سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، ابوبکر احمد بن اسحٰق جوز جانی، ابونصر احمد بن عیاضی، نصیر بن یحییٰ اور محمد بن مقاتل رازی کے شاگرد ہیں، امام ماتریدی کے شاگردوں میں ابوالقاسم اسحٰق بن محمد معروف بہ حکیم سمرقندی، امام ابواللیث سمرقندی، ابومحمد عبدالکریم بن موسیٰ بزدوی شامل ہیں۔

امام ماتریدی نے دین اسلام کا دفاع کیا، اہل سنت وجماعت کے عقائد کے مضبوط دلائل بیان کئے، معتزلہ اور دیگر اہل بدعت سے مناظرہ کرکے اُنہیں خاموش کردیا، امام ماتریدی کے دور میں بہت سے گمراہ فرقے سرگرم عمل تھے لیکن اُنہوں نے ان کا بھرپور نظریاتی مقابلہ کیا، امام ماتریدی کی متعدد تالیفات ہیں:

(ا) کتاب التوحید: اس کتاب میں اُنہوں نے قرآن کریم، حدیث شریف اور عقل کی بنیاد پر اسلامی عقائد کو ثابت کیا۔

(ب) تاویلات اھل السنۃ: یہ کتاب قرآن کریم کی تفسیر میں ہے، جس میں اُنہوں نے فقہی آراء اور اصولی اقوال کو شامل کیا، اس طرح یہ کتاب ''کلامی اور فقہی تفسیر ہوگئی، اس کتاب میں تمام سورتوں کی تفسیر ہے، اس تالیف میں جو عقائد مذکور ہیں کتاب التوحید میں بھی وہی عقائد ہیں لیکن کتاب التوحید کی تعبیرات پیچیدہ ہیں اور یہ کتاب سہل ہے۔

اس کے علاوہ مقالات، ماٰخذ الشریعۃ، الجدل فی اصول الفقہ، بیان وھم المعتزلۃ وغیرہ تالیفات میں شامل ہیں۔

محدثین

عصر عباسی دوم علم حدیث کا سنہرا دور ہے جس میں احادیث کو حسن ترتیب سے مرتب کیا گیا، محدثین نے اپنے پاس موجود احادیث کے رجال کی فنی تنقیح کر کے تالیف کی ہیں، ان میں مشہور ترین اصحاب صحاح ستہ ہیں۔

(۱) امام بخاری : ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری 194ھ بخارا میں پیدا ہوئے اور 256ھ بغداد کے قریب وفات پائے، امام بخاری طلب حدیث کے مشتاق تھے، سماع حدیث کے لئے بہت سے ممالک وامصار کا سفر کیا، معاصر محدثین نے آپ کی روایت ودرایت کی شہادت دی ہے، اُنہوں نے کتاب الجامع الصحیح تالیف کی جو ''صحیح البخاری'' سے مشہور ہے، اس کتاب کے لئے رواۃ حدیث کی تنقیح وتحقیق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ غیر معمولی قوّتِ حافظہ کے باوجود اُنہوں نے اس کتاب کی تالیف سولہ سال میں مکمل کی۔ یہ کتاب صحاح ستہ میں پہلی تالیف اور مذہب مختار کے مطابق سب سے افضل ہے، اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے۔

امام بخاری کی تالیفات میں کتاب خلق افعال العباد، الادب المفرد وغیرہ شامل ہیں۔

(۲) امام مسلم : ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری 261ھ نیشاپور میں وفات پائے، ائمہ حفاظ اور کبار محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں، سماعِ حدیث کے لئے حجاز، شام اور مصر کا سفر کیا، حدیث میں کتاب ''الجامع الصحیح'' تالیف کی، یہ کتاب کتب ستہ میں صحیح قول کے مطابق دوسرے نمبر پر ہے، بعض محدثین نے اس کی حسنِ ترتیب کی وجہ سے صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے جبکہ اس فن میں صحتِ حدیث اولین وجہ ترجیح ہے۔

(۳) امام ابن ماجہ : محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی 273ھ میں وفات پائے، علومِ حدیث کے امام ہیں، طلبِ حدیث میں بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ مکرمہ، شام اور مصر کا سفر کیا، حدیث میں ''سنن'' تالیف کی جو ''سنن ابن ماجہ'' سے مشہور ہے۔

(۴) امام ابو داود: ابوداود سلیمان بن اشعث ازدی بجستانی 275ھ بصرہ میں وفات پائے، حفاظِ حدیث میں سے ہیں، حدیث میں ''سنن'' تالیف کی جو ''سنن ابی داود'' سے معروف ہے، حدیث میں اُن کی ایک مختصر کتاب ''المراسیل'' بھی ہے۔

(۵) امام ترمذی : ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ضحاک ترمذی 279ھ میں وفات پائے، حدیث میں کتاب ''سنن'' تالیف کی جو ''سنن ترمذی'' اور ''جامع ترمذی'' سے مشہور ہے، اس کتاب میں امام ترمذی نے ایسی احادیث ذکر کی ہیں، جو معمول بہ ہیں، اس لئے چار احادیث کے سوا کتاب کی تمام احادیث پر کسی نہ کسی امامِ مجتہد کا عمل رہا ہے، اس کے علاوہ کتاب العلل اور الشمائل المحمدیۃ بھی تالیفات میں شامل ہیں۔

(۶) امام نسائی : ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی نسائی 303ھ مکہ مکرمہ میں وفات پائے، صاحب سنن ہیں، یہ کتاب ''سنن النسائی'' سے مشہور ہے، اس کے علاوہ ''السنن الکبریٰ'' وغیرہ تالیفات ہیں۔